نماز مغرب سے پہلے دو رکعات کا حکم

از قلم

مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ

منجانب

النعمان سوشل میڈیا سروسز

نماز مغرب سے پہلے دو رکعات کا حکم



نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

خداوند قدوس نے اپنی آخری اور کامل کتاب قرآن پاک میں فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ بندگی کریں۔

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

یہ رب العالمین کا خاص انعام ہے کہ ہم جیسے بندے جو سراپا گندے ہیں، ان کو بھی اپنی بارگاہ میں حاضری کی توفیق دی اور پھر دوسرا احسان یہ فرمایا کہ عبادت کے دو حصے کر دیئے، کچھ عبادات تو فرض فرما دی کہ سب کام کاج چھوڑ کر اس کا ادا کرنا لازم ہے اور کچھ وجہ نفل میں رہنے دی، کوئی بندہ جتنی زیادہ نفل عبادت کرے گا اسے اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا یعنی جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ اسی لئے رسول اقدس ﷺ نے ایک شخص کو فرائض کی تعلیم دی تو اس نے پوچھا هل علی غیرهن کیا ان فرائض کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ لازم ہے؟ فرمایا: لا الا ان تطوع نہیں، مگر یہ کہ تو خوشی سے کچھ اور ادا کرے۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ فرائض کی ادائیگی میں کوئی کمی کوتاہی ہوئی تو وہ نوافل سے پوری کر دی

جائے گی، اس لئے بندہ کو چاہئے کہ نوافل کا ذخیرہ بھی اپنے پاس رکھے۔

نوافل کا ثواب:

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب خیبر کو فتح کر چکے تو لوگوں نے اپنا مال غنیمت نکالا، جس میں مختلف قسم کا سامان اور قیدی تھے اور خرید و فروخت شروع ہوگئی (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا اور دوسری زائد چیزیں فروخت کرنے لگا)، اتنے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے آج اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ ساری جماعت میں سے کسی کو بھی اتنا نفع نہیں مل سکا۔ حضور پرنور ﷺ نے تعجب سے پوچھا کہ کتنا کمایا؟ انہوں نے عرض کیا: حضور! میں سامان خریدتا رہا اور بیچتا رہا، جس میں سو اوقیہ چاندی نفع میں بچی (یعنی تقریباً تین ہزار روپیہ) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں بہترین نفع کی چیز بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا: حضور ضرور بتائیں۔ فرمایا: (فرض) نماز کے بعد دو رکعت (نفل) رواہ أبـــــو داؤد و سکت عنه المنذری۔

اس حدیث پاک میں نماز کے بعد دو نفل پڑھنے کا کتنا ثواب ارشاد فرمایا، اسی لئے اہل سنت والجماعت نماز ظہر، نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد دو دو نفل پڑھتے ہیں۔ ہاں نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے سے متواتر حدیث پاک میں منع فرما دیا ہے، اسی لئے فجر اور عصر کے بعد اہل سنت نفل نہیں پڑھتے۔ نماز ظہر، مغرب، عشاء کے بعد کے یہ دو نفل جن کا حدیث پاک سے اتنا ثواب ثابت ہو رہا ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث نہیں، اہل سنت تو ان کو پڑھ کر ثواب کماتے ہیں لیکن غیر مقلدین کی قسمت میں یہ ثواب نہیں۔ اس لئے وہ کبھی یہ نفل نہیں پڑھتے بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ اہل سنت بھی نہ پڑھیں۔

قرب فرائض ونوافل:

حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے،

میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے اور کوئی شخص میرا قرب اس چیز کی بہ نسبت زیادہ حاصل نہیں کر سکتا جو میں نے اس پر فرض کی ہے، یعنی سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی مجھ سے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نوافل کی وجہ سے بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے سنے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ چیز کو پکڑے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے، اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو عطاء کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ مانگتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں (جمع الفوائد)

فائدہ:

آنکھ کان بن جانے کا مطلب ہے کہ اس کا دیکھنا، سننا، چلنا پھرنا سب میری خوشی کے تابع بن جاتا ہے اور کوئی بات بھی میری مرضی کے خلاف نہیں ہوتی۔ اس حدیث پاک سے بھی نوافل کی برکات کا پتہ چلا۔ کتنے خوش نصیب ہیں جو قرب نوافل سے مقام ولایت پر فائز ہوئے۔

اختلاف مزاج:

اہل سنت والجماعت کا مزاج یہ ہے کہ کتاب وسنت پر عمل بھی ہو اور امت میں اتفاق واتحاد بھی مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے۔ جیسے قرآن پاک کی سات قرأتیں ہیں، ان میں اختلاف بھی ہے مگر اہل سنت سب قرأتوں کو حق مانتے ہوئے تلاوت اسی قرأت میں کرتے ہیں جس پر اس ملک میں تلاوت متواتر ہو، اسی طرح سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کے چار طریقے اور مذاہب ہیں۔ اہل سنت والجماعت اسی مذہب اور طریقے کے موافق کتاب وسنت پر عمل کرتے ہیں جو اس ملک میں عملاً متواتر ہو۔ اس طرح کتاب و سنت پر عمل بھی ہو جاتا ہے اور امت میں اتفاق، اتحاد، یگانگت اور یکسوئی بھی قائم رہتی ہے جو و اتبع ملة ابراهيم حنيفا میں مطلوب ہے۔

چنانچہ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''اور یہ چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) جو مرتب اور مدون ہو گئے ہیں، پوری امت نے یا امت کے قابل اعتماد حضرات نے ان چاروں مذاہب مشہورہ کی تقلید کے جواز پر اجماع کیا ہے اور یہ اجماع آج تک باقی ہے (اس کی مخالفت جائز نہیں، بلکہ موجب گمراہی ہے)'' (حجۃ اللہ البالغہ ص۳۶۱، ج۱) اور سید احمد طحطاوی (۱۲۳۳ھ) فرماتے ہیں: ''اے مسلمانو! تم پر واجب ہے کہ نجات پانے والی جماعت کی تابعداری کرو، جو کہ اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اہل سنت والجماعت کی موافقت کرنے میں ہے اور اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرنے میں اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا حق دار بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے اور نجات پانے والا گروہ (اہل سنت و الجماعت) آج مجتمع ہو گیا ہے چار مذاہب میں اور وہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں اور جو شخص اس زمانہ میں ان چار مذاہب سے خارج ہو گیا، وہ اہل بدعت اور اہل نار میں سے ہے (یعنی اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں) (طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۵۳، ج ٤ کتاب الذبائح)

اس کے برعکس جو لوگ چاروں مذہبوں سے کٹ کر غیر مقلدین بن گئے ہیں، ان کے مزاج میں اختلاف ایسا رچ بس گیا ہے کہ وہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت سے اختلاف کئے بغیر کوئی عبادت بھی نہیں کرتے۔ مثلاً یہاں سب لوگ قربانی تین دن کرتے ہیں، ان تین دنوں میں ان کے ہاں بھی قربانی جائز ہے مگر وہ نیا اختلاف پیدا کرنے کے لئے چوتھے دن بھی قربانی کریں گے۔ یہاں سب لوگ تین وتر پڑھتے ہیں جو ان کے ہاں بھی جائز ہیں مگر وہ صرف اختلاف ڈالنے کے لئے ایک وتر پڑھیں گے۔ یہاں سب لوگ بیس رکعت نماز تراویح پڑھتے ہیں، ان کی کتابوں میں بھی بیس کو مستحب لکھا ہے مگر وہ اپنا جہاد اسی کو سمجھتے ہیں کہ کسی حنفی کو آٹھ تراویح کے بعد بھگا کر لے جائیں۔ سب لوگ لیٹرین میں قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنے سے بچتے ہیں، ان کے ہاں یہ

(منہ یا پشت کرنا) بالکل ناجائز ہے اور یہ صرف اختلاف کو بڑھانے کے لئے لیٹرین میں قبلہ رخ ہوکر رفع حاجت پر فخر کرتے ہیں۔اسی قسم کا ایک تازہ اختلاف نماز مغرب سے پہلے دورکعت پڑھنے کا شروع ہوا ہے۔صد سالہ دور برطانیہ میں جب یہ فرقہ بنا اس وقت بھی اس پر زور نہ تھا اب تو ان کا ایک شعار بن گیا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عزیز نے ایک رسالہ بھیجا جس کا نام ہے "المرحوب لمن یصلی الرکعتین بعد الغروب" تالیف عبدالغفار ضامرانی، ضلع تربت مکران بلوچستان۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک میں کسی نے اس نماز کو نہیں پڑھا (ص ۳) مولانا کو شکایت ہے کہ ملاؤں نے آج تک حق کو چھپایا ہے جس طرح رسول اکرم ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کر کے ایک باطل رسم کو توڑا تھا، میں بھی یہ دورکعت پڑھ کر باطل رسم کو توڑوں گا (ص ۷) جہالت کو رفع کرنا فرض ہے اور میں یہ رسالہ لکھ کر فرض ادا کر رہا ہوں (ص ۴)

سنی مذاہب:

ص ۸، ۹ پر لکھا ہے: ''احادیث میں تمام سنی مذاہب کی ادلہ موجود ہیں۔ ہاں کسی کی ادلہ کچھ زیادہ قوی ہیں اور بعض کی ادلہ کمزور، لیکن بے دلیل کوئی سنی مذہب نہیں۔'' یہ ایک جاہل کا تبصرہ تو ہوسکتا ہے کہ شرائط اجتہاد سے خالی ہوکر مجتہدین کا جج بن بیٹھے۔ پھر یہ بھی نہیں بتایا کہ سنی مذاہب کتنے ہیں؟ سید طحطاوی کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ سنی مذاہب چار ہی ہیں۔ غیر مقلدین جو چاروں سے خارج ہیں، وہ اہل بدعت اور اہل نار سے ہیں۔

خرافات:

رسالہ کا مقصد کسی ایک مسئلہ کی تحقیق نہیں بلکہ اہل سنت والجماعت پر الزامات و اتہامات کی بوچھاڑ ہے۔ لکھتا ہے: ''ہر مذہب والے اپنے امام کی آراء و قیاسات کو ایسے بیان کرتے ہیں جیسے آیات محکمات ہیں۔ دوسرے مذہب کو ایک کفر یا خرافہ یا حماقت بحتہ ظاہر کرتے ہیں (یہ بغیر کسی حوالے کے کتنا بڑا جھوٹ اہل سنت کے ذمہ لگا دیا ہے)

حدیث کی نو کتابوں کو ایک سال میں پڑھاتے ہیں (ص ۱۰) اوراق حدیث کو کہنہ کرنے کے لئے الٹ پلٹ کر کے پھر سند دیتے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ (ص ۱۵) (یہ دورۂ حدیث شریف کا مذاق اڑایا ہے) مولانا! آپ کے بڑے بڑے لامذہب علماء اپنے عزیزوں کو دورہ کے لئے حنفی مدارس میں بھیجتے ہیں، ہمارے علماء کے مقابلہ میں آپ لوگ حدیث کا عشر عشیر بھی نہیں جانتے۔ آج تک تمہارے علماء بخاری، مسلم کی مکمل شرح لکھنے سے عاجز ہیں۔ آپ کے علماء رات بھر مقلدین کی شروح اور کاپیوں کا مطالعہ کرتے ہیں، پھر کہیں صبح کو ایک آدھ حدیث پڑھا سکتے ہیں۔ انسان جس دیگ میں کھائے اسی میں چھید کرے، ہم تو اس کو نمک حرامی سمجھتے ہیں۔

صفحہ ۸ پر لکھتا ہے: رفع یدین متواتر ہے۔ مولانا! یہ آج کی باتیں ہیں، خیر القرون میں کسی نے رفع یدین کو متواتر نہیں کہا۔ ہاں امام ابراہیم نخعی تابعیؒ کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ تحریمہ کے بعد ترک رفع یدین سنداً و عملاً متواتر ہے۔ مولانا سنداً تو جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی حدیث بھی متواتر ہے، گویا آپ جب جوتے اتار کر نماز پڑھتے ہیں تو متواتر حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ مولانا! آپ کی جماعت تو اپنے مکمل دعویٰ پر ایک حدیث بھی پیش نہ کر سکی، آپ ہی ہمت کر دیکھیں۔ ایک اور صرف ایک حدیث پیش فرمائیں جس میں ۱۸ جگہ کی رفع یدین کا ممنوع ہونا اور دس جگہ کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا اثبات اور وہ دوام میں نص صریح ہو اور یہ صراحت ہو کہ جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور یہ بالکل غیر معارض حدیث ہے، اس کا صحیح ہونا دلیل سے ثابت کریں اور یہ بھی نہ بھولیں کہ آپ کے ہاں دلیل صرف اور صرف خدا یا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ہمت کریں، ہم انتظار کریں گے۔

تقلید شخصی:

ص ۱۲، ۱۳ پر تقلید شخصی کو گمراہی اور دین کا چور دروازہ بتایا ہے۔ مولانا! آپ کے علماء نے جو تقلید شخصی چھوڑی تھی تو صرف ملکہ وکٹوریہ کے اشتہار "آزادئ مذہب" کی وجہ

سے، (دیکھو ترجمان وہابیہ) ورنہ وہ آج تک ایک آیت اور ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکے کہ مسائل اجتہادیہ میں غیر مجتہد کے لئے ایسے علاقہ میں جہاں صرف اور صرف ایک ہی امام کا مذہب عملاً متواتر ہو، اس مجتہد کی تقلید شخصی شرک ہے، کفر ہے، حرام ہے۔ آپ کے بڑے سب مر گئے اور ایسی آیت وحدیث پیش نہ کر سکے۔ مولانا! جتنے محدثین کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے، ان سب کو تو آپ دین کے چور جانتے ہیں، طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی محدث کی لکھی ہوئی آپ پیش نہیں کر سکتے۔

ص۱۲ پر مؤلف نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کو فرقہ ذکری بلوچستانی کے امام کے ساتھ ملایا ہے، یہ اہل اللہ سے وہ بغض ہے جو دراصل اللہ سے اعلان جنگ ہے۔ من عادیٰ لی ولیا فقد آذنته بالحرب اور ص۱۳ پر لکھا ہے ''باعتبار نتیجہ شیعہ اور سنی مقلدین دونوں قرآن وحدیث کو چھوڑنے میں برابر ہیں۔'' کبھی مقلدین کو ذکریوں میں شمار کرتا ہے اور کبھی شیعوں میں اور کبھی مطالبہ کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا نام قرآن میں دکھاؤ۔ اس کی جہالت کا یہ حال ہے کہ اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ اہل سنت والجماعت اپنے ائمہ کو نبی نہیں مانتے کہ ان کے لئے منصوص اور معصوم ہونا ضروری ہو۔ ہاں اگر مؤلف اس مسئلہ میں روافض کا مقلد ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ امام کے لئے بھی نبی کی طرح منصوص من اللہ ہونا ضروری ہے تو پہلے ساتوں ائمہ قراء کا نام قرآن سے دکھائے پھر صحاح ستہ والوں کا نام قرآن میں دکھائے پھر جس کو یہ فقیہ یا مجتہد مانتا ہو اس کا نام دکھائے مگر قیامت کی صبح تک نہ دکھا سکے گا (ان شاء اللہ)۔ ولو کان بعضهم لبعض ظهيرا۔

ص۱۸ پر مؤلف کی لامذہبیت پورے جوبن پر ہے۔ لکھتا ہے: ''برا ہو تیرا تقلیدی تعصب، تو کتنا اندھا ہے اور کتنا بدبودار ہے'' پھر لکھتا ہے: ''علی کل حال تعصب مذہبی خود ایک بڑی جہالت ہے۔'' (ص۱۹) اگر ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین جاہل ہیں تو دنیا میں علم کہاں ہے؟ اگر حافظ ابن حجرؒ، امام نوویؒ، علامہ عینیؒ، امام زیلعیؒ وغیرہ مقلدین اندھے ہیں تو دنیا میں بینا کون ہے؟ اگر تقلید بدبودار ہے تو محدثین احناف، محدثین مالکیہ، محدثین شافعیہ،

محدثین حنابلہ جن کا ذکر کتب طبقات میں ہے، ان کو اس کی بو کیوں محسوس نہ ہوئی۔ دراصل تیرے متعفن دماغ میں لا مذہبیت کی گندی بدبو رچ بس گئی ہے، اس لئے تیرا دماغ ہر وقت بدبودار رہتا ہے۔ ص ۱۶ پر کافروں والی آیات کو ائمہ اور ان کے مقلدین پر چسپاں کر رہے ہیں۔ ص ۲۰ پر بھی قرآن کی برحق آیت (جو کافروں کے بارے میں ہے) کو ناحق خارجیوں کی طرح ائمہ اور ان کے مقلدین پر چسپاں کیا ہے۔ تقریباً ۲۰ صفحات تمہید میں ضائع کر کے لکھتا ہے "تمہید لمبی ہو گئی ہے کپڑے کی ناپا کی جب بہت غلیظ ہو گی تو اس پر کافی صابن خرچ کرنا پڑتا ہے زور۔ سے پھر پر رگڑنا پڑتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ آراء فقہاءؒ سے ہم بالکل مستغنی ہیں، ہمیں ان کے علوم مبارکہ سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔ لیکن تبعا للوحی لا مستقلاً کہ قرآن وحدیث کی تاویل وغیرہ کرنا تا کہ قول امام کے ساتھ بن جائے، ضلال مبین ہے، اس کے بعد کسی اور کفر کا انتظار کرنا ایسا ہے جیسے کسی کپڑے پر آدمی اور کتے کی غلاظت ہو، اس کے دور کرنے کی فکر نہ کرے، لیکن بکری اور گائے کے پیشاب سے پرہیز کرے (ص ۱۹) مؤلف کی قوت فیصلہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جن پر کافروں والی آیات کو چسپاں کیا، جن کو شیعوں اور ذکریوں سے ملایا، اب ان ہی کی آراء کو علوم مبارکہ قرار دے رہا ہے اور ان سے استفادہ کے لئے کاسۂ گدائی لئے ان کے قدموں میں گرا ہوا ہے۔ لیکن واہ ری لا مذہبیت تیری طوطا چشمی۔ سرا بھی ان کے قدموں پر ہے مگر زبان سے گندا تبرا بھی جاری ہے۔ کبھی انسان کے پاخانے سے تشبیہ دے رہا ہے کبھی کتے کے پاخانے سے۔ ادھر جہالت کا یہ حال ہے کہ اپنا مذہب بھی بھولا ہوا ہے۔ نزل الابرار میں کتے اور خنزیر کے پیشاب پاخانے کو پاک لکھا ہے، گائے اور بکری کے پیشاب پاخانے کو فتاویٰ ستاریہ اور فتاویٰ ثنائیہ میں نہ صرف پاک بلکہ بوقت ضرورت حلال بھی لکھا ہے۔ ہاں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ استفادہ ہے تبعا للوحی لا مستقلاً، جناب من وحی سے اگر کتاب وسنت مراد ہے تو ائمہ اربعہ باجماع امت تجھ سے بہت زیادہ متبع وحی تھے۔ تیرا یہ کہنا ایسا ہی ہے کہ کوئی چمار کہے کہ میں ہائی کورٹ کا فیصلہ مانتا ہوں تبعا للقانون، گویا وہ چمار اپنے آپ کو

قانون فہمی میں ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سے زیادہ ماہر جانتا ہے، حالانکہ قانون کے مطابق یہ چمار توہین عدالت کا مرتکب ہے۔ جناب کی مثال ایسی ہی ہے کہ دنیا کے سب ڈاکٹروں میں سے ایک مسلّم ڈاکٹر ایک نسخہ لکھے، ہزاروں ڈاکٹر اس کی تجویز میں اس کے خوشہ چیں ہوں مگر ایک کمہار شور مچاتا پھرے کہ یہ نسخہ ڈاکٹری اصولوں کے خلاف ہے تو یقیناً ایسا چمار کسی پاگل خانے میں ہی جگہ پا سکتا ہے۔ قوت فیصلہ سے محروم، علوم شرعیہ سے جاہل، ائمہ کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف عمل کرنے والے تھے۔

انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل
آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل
بو حنیفہ کو کہے طفلِ دبستاں جاہل
مہ تاباں کو دکھانے لگی مشعل قندیل
حسن یوسف میں بتانے لگا ابرص سو عیب
لگ گئے چیونٹی کو پر کہنے لگی ہیچ ہے فیل
شرک توحید کو کہنے لگے اہل تثلیث
لوح محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل
سامری موسیٰ عمراں کو کہے جادوگر
شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجہیل
اسپ تازی شدہ مجروح زیرِ پالاں
طوق زریں ہے گدھے کیلئے عزت کی دلیل

امام غزالیؒ کی نصیحت:

فرماتے ہیں: ''عوام کا فرض ہے کہ ایمان اور اسلام لاکر عبادتوں اور روزگار میں مشغول رہیں اور علم کی باتوں میں مداخلت نہ کریں، اس کو علماء کے حوالے کر دیں۔ عامی شخص کا علمی سلسلہ میں حجت کرنا، زنا اور چوری سے بھی زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے،

کیونکہ جو شخص دینی علوم میں بصیرت اور پختگی نہیں رکھتا وہ اگر اللہ تعالی اور اس کے دین کے مسائل میں بحث کرتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ وہ ایسی رائے قائم کرے جو کفر ہو اور اس کا اسے احساس بھی نہ ہو کہ جو اس نے سمجھا ہے کفر ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو تیرنا نہ جانتا ہو اور سمندر میں کود پڑے (احیاء العلوم ص ۳۵، ج ۳) بالکل یہی حال مؤلف کا ہے۔ وہ سب اہل سنت مقلدین کو کافر تک کہتا جا رہا ہے، مگر اسے اس کا احساس بھی نہیں ہو رہا کہ تکفیرِ مسلم خود انسان کو کفر میں پھینک دیتی ہے۔

دو رکعت بعد غروب:

مؤلف اب لا حاصل تمہید کے بعد اصل مقصد پر آتا ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے سورج غروب ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی چاہئے۔ لیکن سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ یہ دو رکعت فرض ہیں یا سنت مؤکدہ یا مستحب یا مباح؟ یہ فیصلہ مؤلف نہیں کر پایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے چارہ علم سے کورا ہے۔

فرضوں جیسا اہتمام:

ص ۳۲ پر لکھتا ہے: رغبان کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا، وہ ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا ایسا اہتمام کرتے تھے جیسے مکتوبہ (فرض نماز) کا۔ مؤلف نے رغبان لکھا ہے جبکہ سنن کبریٰ بیہقی ص ۴۷۶، ج ۲ پر زغبان ہے، اس کی توثیق کہیں ثابت نہیں۔ یہ حضرت حبیب بن مسلمہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت حبیب کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ وہ مکہ مکرمہ سے ترک سکونت کر کے مستقل شام میں آباد ہو گئے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں روم کی لڑائیوں میں اتنی بار شرکت کی کہ حبیب رومی کے لقب سے مشہور تھے (نوٹ: یہ عین ممکن ہے کہ سفر جہاد میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عصر کے دو فرض قضاء ہو گئے ہوں، وہ انہوں نے نماز مغرب سے پہلے پڑھے ہوں) یہ زغبان ان کے مولیٰ تھے ان سے روایت کرنے والا خالد بن معدان بھی شامی ہے اور کثیر

الارسال ہے اور یہاں عن سے روایت کر رہا ہے، ایسی روایت مؤلف کے ہاں حجت ہی نہیں کیونکہ مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں (دیکھو رسالہ ص ۳۷) یہ شام یا روم میں کسی صحابی کی بات روایت کر رہا ہے۔ سند میں ارسال بھی ہے اور جہالت بھی اور سند کا پہلا راوی ابوعبد اللہ بعض کے نزدیک غالی شیعہ ہے اور بعض کے نزدیک رافضی خبیث (میزان)۔ اس روایت کو مؤلف نے استدلال میں پیش کیا ہے۔ گویا مغرب کی رکعات ۲ فرض+ ۳ فرض+۲ سنت مؤکدہ ہیں۔ مؤلف نے نہ تو فرض کی تعریف کی ہے اور نہ اس کا حکم بیان کیا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ صرف قرآن وحدیث سے فرض کی جامع مانع تعریف اور اس کا حکم بیان کریں۔ اپنا قیاس یا کسی امتی کی بقول خود اندھی اور بدبودار تقلید نہ کریں۔

(۲) سنت مؤکدہ:

ص ۴۵ پر لکھتا ہے: ''ہم نے کتب احادیث اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مضبوط اور قطعی دلائل پیش کر کے اس کی اہمیت اور افادیت اور سنت مؤکدہ ہونے کو ثابت کیا ہے۔'' حالانکہ یہ مولوی صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ نہ کسی حدیث میں یہ حکم ہے کہ یہ دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں، نہ ہی کسی صحابی کا یہ ارشاد ہے۔ مضبوط اور قطعی دلائل تو کیا ایک کمزور دلیل بھی اس پر نہ لا سکا بلکہ ص ۲۴ پر خود مولوی صاحب نے متفق علیہ حدیث ذکر کی ہے، جس میں ہے کہ: کراھیۃ أن یتخذ الناس سنۃ کہ آپ ﷺ اس کو مکروہ جانتے کہ لوگ ان دو رکعتوں کو سنت سمجھیں۔ یہاں بھی مؤلف نے نہ سنت مؤکدہ کی جامع مانع تعریف لکھی ہے اور نہ اس کا حکم، بلکہ عام طور پر جو غیر مقلدین بعض امتیوں سے چوری کر کے سنت کی یوں تعریف کیا کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو سنت کہتے ہیں۔ وہ تعریف تو غلط ہوگئی، کیونکہ مؤلف کا دعویٰ ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے تین چار مرتبہ ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا حکم دیا۔ مگر اس کے باوجود ان کو سنت سمجھنے کو مکروہ جانا۔ اب قول رسول ﷺ بلکہ حکم رسول سنت کہاں رہا؟ اور مؤلف کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود ان دو رکعتوں کو پڑھا۔ اس کے باوجود ان دو رکعتوں کو سنت ماننے کو مکروہ جانا تو اب فعل رسول

ﷺ سنت کہاں رہا؟ اور ص ۲۷ پر مؤلف نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ لوگوں کو یہ دو رکعات پڑھتے دیکھتے، نہ حکم دیتے، نہ منع کرتے، اس کے باوجود ان دو رکعتوں کو سنت جاننے کو مکروہ جانا۔ تو سنت تقریری کہاں رہی۔ اب گویا مؤلف کے نزدیک مغرب کی رکعات یہ ہیں، ۲ رکعت سنت مؤکدہ + ۳ فرض + ۲ رکعت سنت مؤکدہ۔ لیکن متفق علیہ حدیث کے مطابق ان دو رکعتوں کو سنت سمجھنا مکروہ ہے۔

(۳) مستحب:

ص ۲۵ پر مؤلف لکھتا ہے: ''یہ سنت زوائد میں سے ہیں، جن کو دوسرے معنوں میں نفل کہہ سکتے ہیں۔'' لیکن مؤلف کا یہ دعویٰ بھی بے دلیل ہے کیونکہ پورے رسالہ میں وہ ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکا جس میں ان دو رکعت کو سنت زوائد یا سنت غیر مؤکدہ یا مستحب یا نفل کہا گیا ہو۔ مؤلف نے یہاں بھی نہ سنت زوائد یا نفل وغیرہ کی جامع مانع تعریف کی ہے اور نہ ہی ان کا حکم بیان کیا ہے بلکہ مؤلف کا یہ دعویٰ بے دلیل ہی نہیں بلکہ خلاف دلیل بھی ہے۔ کیونکہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: لم يستحبهما أبو بكر و عمر و عثمان و علي و آخرون من الصحابة و مالك و أكثر الفقهاء. (شرح مسلم ص ۲۷۸، ج ۱) ''حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، امام مالک اور اکثر فقہاء ان دو رکعتوں کو مستحب نہیں مانتے تھے۔''

ہمیں نبی اقدس ﷺ نے خلفاء راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنے اور فقہاء کی طرف رجوع (تقلید) کا حکم دیا ہے، اس لئے ہم ان کی تابعداری میں یہی کہتے ہیں کہ یہ دو رکعات مستحب بھی نہیں۔ لیکن مؤلف چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیار حق نہیں مانتا (جیسا کہ شیعہ نہیں مانتے)، اس لئے اہل سنت کو خلفاء راشدین سے باغی کرنا چاہتا ہے۔ مؤلف بار بار یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ دو رکعت قول، فعل اور تقریر رسول ﷺ سے ثابت ہیں۔ آیئے اب ہم ان باتوں کا نمبروار جائزہ لیتے ہیں۔

کیا آپ ﷺ نے حکم دیا؟:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھو، مگر ان کو سنت (مؤکدہ یا غیر مؤکدہ) بنانے کو مکروہ جانا (بخاری و مسلم) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ ہمیں دو رکعت پڑھتے دیکھتے لم یامرنا و لم ینهانا (مسلم)۔ گویا یہ دو رکعات نہ مامور تھیں، نہ منہی عنہ بلکہ صرف مباح تھیں۔ معلوم ہوا کہ حدیث عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ میں جو امر ہے وہ بھی اباحت کے لئے ہے، تاکہ ان ہر دو صحیح احادیث میں تعارض نہ ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ اباحت باقی رہی؟

عن عبد اللّٰه بن بريدة عن أبيه ان النبى ﷺ قال بين كل أذانين صلوة الا المغرب (کشف الاستار ص ۳۳۴، ج۱) "حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، سوائے مغرب کے۔

اس صحیح السند حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دو رکعتوں کی اباحت باقی نہ رہی۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ابن الجوزیؒ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ اس کے راوی حیان بن عبداللہ کو فلاس نے کذاب کہا ہے۔ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ابن الجوزیؒ کو غلط فہمی ہوگئی ہے، جس راوی کو فلاس نے کذاب کہا ہے وہ واقعی حیان بن عبد اللہ ہے اور وہ راوی اس حدیث کی سند میں ہے ہی نہیں۔ اس حدیث کی سند میں جو راوی ہے وہ حیان بن عبید اللہ ہے اور یہ ثقہ ہے۔ امام بزار اور ابن شاہین نے اس حدیث کو اباحت والی احادیث کا ناسخ قرار دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: لما رأى العامة لا تصلى قبل المغرب توهم انه لا يصلى قبل المغرب یعنی جب عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ عام لوگ مغرب سے پہلے دو رکعت نہیں پڑھتے (ظاہر ہے کہ نہ پڑھنے والے سارے عوام صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ہی تھے) تو عبداللہ کو خیال آیا کہ مغرب سے پہلے نماز نہیں پڑھی جاتی۔ معلوم ہوا

کہ اس خیر القرون میں عملی تواتر ان دو رکعتوں کے ترک پر تھا۔ عملی تواتر کی موافقت وہم نہیں کہلاتی بلکہ مخالفت کو وہم کہا جاتا ہے۔ الغرض پہلے اباحت تھی جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کا عمل:

حافظ ابن حجر الا المغرب کے جملہ کو شاذ فرماتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں، وہ خود یہ دو رکعت پڑھتے تھے۔ اولاً تو ابن حجرؒ شافعی ہیں اور شوافع کے ہاں اعتبار روایت کا ہوتا ہے نہ کہ راوی کے عمل کا۔ مؤلف بھی یہاں ابن حجر کا مقلد بن گیا ہے۔ ثانیاً الا المغرب کا جملہ تب شاذ ہوتا ہے جب کہ دوسری طرف قضیہ کلیہ ہوتا۔ حضرت نے پہلے اباحت فرمائی، پھر مغرب کے وقت خصوصیت سے منع فرما دیا۔ رہا عبداللہ کا عمل تو یہ سنداً بھی شاذ ہے کہ اکثر اسانید اس کے ذکر سے خالی ہیں اور جس ایک سند میں ہے اس کے رواۃ بعض منظور فیہ ہیں۔ نیز بقول امام بیہقی یہ دو رکعت پڑھنا تواتر عملی کے خلاف ہے۔

ایک اور روایت نقل کی ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ ہر فرض نماز سے پہلے دو رکعات ہیں (ص۲۹) مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ فیہ سوید بن عبدالعزیز وھو ضعیف (مجمع الزوائد ص۲۲۱، ج۲) اور اس پر غیر مقلدوں کا عمل بھی نہیں۔ ہم نے نہیں دیکھا کہ غیر مقلدین نماز عصر اور نماز عشاء سے پہلے اس زور شور سے یہ دو رکعت پڑھتے ہوں اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو اس زمانہ سے متعلق ہے جب الا المغرب کا استثناء نہیں فرمایا تھا۔ الغرض مؤلف نے نقل احادیث میں اپنی رائے سے بعض کو قبول کیا اور بعض کو رد کیا۔ یہ عمل بحدیث نفس ہے نہ کہ عمل بحدیث رسول اللہ ﷺ۔

فعل رسول ﷺ:

جناب نے ص۲۶ پر حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ آپ نے مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھیں۔ مگر ایک تو شروع سے حضرت عبداللہ بن مغفل

ﷺ کا نام چھوڑ دیا کیونکہ ان کی حدیث کئی کتابوں میں ہے، کسی میں بھی فعل کا ذکر نہیں اور آخر سے بھی ثم قال صلوا قبل المغرب رکعتین ثم قال عندالثالثة لمن شآء خاف أن یتخذھا الناس سنة جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر یہ فعل ہے بھی تو اس زمانہ کا ہے جب ان دو رکعت کی اباحت تھی۔ اس حدیث میں یہ جملہ صلی رکعتین قبل المغرب بالکل شاذ ہے۔

اصل حقیقت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کیا آپ نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا؟ تو سب نے کہا نہیں۔ ہاں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دو رکعات میرے پاس پڑھیں، تو میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ یہ کونسی نماز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عصر سے پہلے دو رکعت پڑھنے سے بھول گیا تھا، وہ میں نے اب پڑھی ہیں (طبرانی مسند الشامیین بحوالہ نصب الرایہ ص ۱۴۱، ج ۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان دو رکعت کو کوئی جانتا پہچانتا ہی نہ تھا۔ عمل متواتر کے خلاف کوئی روایت ملی ہوگی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوچا کہ چونکہ عموماً سنن ونوافل آپ ﷺ گھر پڑھا کرتے تھے، اس لئے اس بارے میں امہات المومنین سے پوچھ لینا چاہئے۔ باقی سب امہات المومنین نے ان دو رکعت کے پڑھنے سے لاعلمی کا اظہار فرمایا، صرف ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ کا واقعہ ذکر فرمایا۔ ان کے لئے بھی چونکہ یہ نئی بات تھی اس لئے انہوں نے بھی اس بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عصر سے پہلے دو رکعت پڑھنا بھول گیا تھا، وہ پڑھی ہیں۔ اب جن کو پوری حقیقت حال معلوم نہ تھی انہوں نے صرف اتنا بیان فرما دیا کہ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھی تھیں اور ضامرانی صاحب نے اس کو مغرب کی نماز سے پہلے مستقل طور پر سنت مؤکدہ بناڈالا۔ جب اس اباحت کے بعد الا المغرب سے آپ ﷺ نے روک دیا اور ساری امت رک گئی تو اب ضامرانی صاحب کو امت کو لڑانے کا نیا شوق پیدا ہوا ہے؟

امام حمادؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم نخعیؒ سے مغرب کی نماز سے پہلے نوافل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ نبی ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ نہیں پڑھتے تھے (کتاب الآثار امام محمد ص ۳۲) اس کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں بہ نا خذ ہم اسی پر عامل ہیں، جب سورج غروب ہو جائے تو نماز مغرب سے پہلے نہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور نہ کوئی اور نماز، اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے (ص ۳۲) امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: ہم بھی ابراہیم نخعی کے قول کو لیتے ہیں (بیہقی ص ۴۷۶، ج ۲)۔ حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ فرمایا کرتے تھے کہ حدیث میں میرے امام سفیان ثوریؒ ہیں اور فقہ میں امام ابوحنیفہؒ۔ جب کسی مسئلے پر ان دونوں کا اتفاق ہو جائے تو میں اسی مسئلہ کو لیتا ہوں، پھر کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتا (صیمری) اور آپ کو شاید نور الانوار بالکل بھول گئی ہے کہ تدلیس وارسال ہمارے اسباب جرح میں سے نہیں ہیں اور جب عملی تواتر کا اعتضاد ہو جائے تو اجماعاً ایسی حدیث مقبول ہوتی ہے اور جناب نے خود ص ۳۵ پر لکھا ہے "ابراہیم نخعیؒ روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ موجود تھے، جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مجھے ایسے لوگوں نے جنہوں نے ان بزرگوں کو دیکھا تھا بتایا کہ یہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اس نماز کو نہیں پڑھتے تھے۔ ایک اور روایت خلفاء راشدین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ یہ بزرگ بھی مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھتے تھے (ص ۳۶)۔ آپ کی پریشانی بھی قابل دید ہے کہ اس کے راوی امام ابراہیم نخعیؒ ہیں وہ ان دو رکعتوں سے منع کرتے تھے، بلکہ بدعت فرماتے تھے۔ اب راوی کا بیان چھوڑ کر کبھی محمد بن نصر مروزی کی تقلید میں ان دو رکعت کو مباح کہتے ہیں، کبھی حضرت کے قول سے اہل کوفہ کی ترجمانی کرتے ہیں، حالانکہ انہوں نے شغل والا قول مصر میں فرمایا تھا۔ اہل کوفہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحیح ترجمانی کوفہ کا امام کر سکتا ہے یا مصر کا باسی اور مرو

میں دوسوسال بعد پیدا ہونے والا؟ چنانچہ ص۳۱ پر جناب نے لکھا ہے کہ مرثد (مصری) نے ابوتمیم (مصری) کو دو رکعت مغرب سے پہلے پڑھتے دیکھا تو بڑے تعجب سے (کیونکہ پہلے نہ کبھی یہ دیکھا تھا، نہ سنا تھا) حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا (جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے) انہوں نے فرمایا کہ عہد نبوی ﷺ میں ہم پڑھتے تھے، اس نے کہا اب کس چیز نے منع کیا؟ فرمایا مصروفیت نے (ص۳۱) اس سے معلوم ہوا کہ مصر میں بھی اس نماز کو کوئی نہیں جانتا تھا، نہ پڑھتا تھا۔ غالباً حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو الا المغرب کے استثناء کا علم نہیں۔ لیکن اب پڑھتے وہ بھی نہیں تھے۔ شغل کی تاویل ان کی ذاتی رائے ہے اور الا المغرب کا استثناء فرمان نبوی ﷺ ہے۔ ہم تو فرمان رسول ﷺ پر قربان ہیں۔ جناب اس کے خلاف امتی کی رائے پر بکے ہیں۔ لیکن آپ کے نزدیک تو یہ دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ تو کیا یہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ شغل کی وجہ سے مستقل طور پر سنت مؤکدہ کے تارک تھے۔

تقریر نبوی ﷺ:

جناب نے یہ بھی ثابت کرنا چاہا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں صحابہ رضی اللہ عنہم یہ دو رکعت پڑھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نہ ان کو پڑھنے کا حکم فرماتے اور نہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے (مسلم) لیکن بخاری کی یہ روایت آپ نے نقل کی کہ اگر باہر سے کوئی آدمی مسجد میں آتا تو یہ سمجھتا کہ شاید جماعت ہو چکی ہے اور لوگ بعد کی سنتیں پڑھ رہے ہیں۔ اس حدیث پر جناب کے ممدوح صاحب فتح الملہم فرماتے ہیں: ان هذا كان نادرا لأنه عليه الصلوة و السلام كان يعجل لصلوة المغرب اجماعا (ص۳۷٦، ج۱) یہ کبھی کبھار ہوا، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب جلدی پڑھتے تھے۔ نیز لکھتے ہیں: وفي نفس الحديث دليل للمتامل على ندور تلك الحالة فانها لو كانت دائمة ومعروفة لما كان لحسبان الجالي الغريب ان المغرب قد صليت وجه كما هو الظاهر (ص۳۷٦، ج۱) یہ نادر طور پر پڑھنا بھی ظاہر ہے کہ اس وقت تک تھا

جب اباحت تھی۔ پھر جب الا المغرب کی استثناء فرمادی تو یہ اباحت بھی باقی نہ رہی۔ چنانچہ امام ابوداؤدؒ صحابہ ؓ کے پڑھنے والی روایت کے بعد یہ روایت لائے ہیں: عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رأیت أحدا علی عهد رسول الله ﷺ یصلیها (ابوداؤد ص ۱۸۲، ج ۱) ''حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی کو بھی یہ دو رکعات پڑھتے نہیں دیکھا۔'' یہ عہد نبوت کے آخری دور میں صحابہ ؓ کا عمل تھا۔ اسی کے موافق خلفاء راشدین کا طریقہ رہا۔ اس کے علاوہ آپ نے کچھ بے سند آثار قیام اللیل سے نقل کئے ہیں، ان کی صحتِ سند درکار ہے۔

فقہاء کی تقلید:

عن سعید بن المسیب قال ما رأیت فقیها یصلی قبل المغرب الا سعد بن أبی وقاص (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۷، ج ۲) ''حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں میں نے کسی بھی فقیہ کو مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، سوائے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے۔'' فقیہ کو خدا نے عجیب شان عطاء فرمائی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں: فقیه واحد أشد علی الشیطان من ألف عابد ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے (مشکوۃ)۔ آنحضرت ﷺ نے فقیہ کو خیر اور فقہاء کو خیار فرمایا ہے (بخاری و مسلم)۔ امام بخاری و مسلم کے استاد محدث حرم امام سفیان بن عیینہؒ فرمایا کرتے تھے: الحدیث مضلة الا للفقهاء (تفقہ فی الدین کے بغیر) حدیث گمراہ کرنے والی ہے سوائے فقہاء کے۔ یعنی جس کو تفقہ فی الدین حاصل نہیں، وہ حدیث کی صحیح مراد تک نہیں پہنچ سکے گا اور اپنی ناقص رائے سے الٹا سیدھا مطلب اخذ کرے گا، خود بھی گمراہ ہوگا اور لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا۔ دیکھو روافض، معتزلہ اور قادیانی وغیرہ قرآن ہی سے استدلال کر کے گمراہ ہوتے ہیں۔ امام بخاریؒ بھی یہی فرماتے تھے علیك بالفقه فانه

ثمرة الحديث۔ فقہ کو لازم پکڑو، یہ حدیث کا ثمر ہے۔ ان کے شاگرد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کذلك قال الفقهاء وهم أعلم بمعاني الحديث اسی طرح فقہاءؒ نے فرمایا وہی لوگ حدیث کی مراد و مقصد سب سے بہتر سمجھنے والے ہیں (ترمذی ص ۱۱۸، ج ۱)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ما أنت بمحدث قوما حديثا لا تبلغه عقولهم الا كان لبعضهم فتنة۔ جب تم لوگوں سے ایسی حدیث بیان کرو گے جس کی مراد تک ان کے عقل و فہم کی رسائی نہ ہو سکے تو یہ حدیث بعض لوگوں کے لئے ضرور فتنہ کا سبب بنے گی۔

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں تبلیغ کی دو قسمیں ہیں، ایک تبلیغ الفاظ، ایک تبلیغ معنی و مراد۔ اسی وجہ سے علماء امت دو قسموں میں منقسم ہو گئے ہیں۔ ایک قسم حفاظ حدیث کی ہے کہ جنہوں نے الفاظ حدیث کو یاد کیا اور ان کو پرکھا، صحیح اور موضوع کو الگ الگ کر کے دکھایا، یہ حضرات امت کے پیشوا ہیں اور مقتداء ہیں۔ ان بزرگوں نے دین کی یادگاروں اور اسلام کے قلعوں کی حفاظت کی اور شریعت کی نہروں کو خراب اور برباد ہونے سے محفوظ رکھا۔ دوسری قسم فقہاء اسلام اور اصحاب فتاویٰ کی ہے۔ یہی جماعت اجتہاد اور استنباط اور حلال و حرام کے قواعد ضبط کرنے کے لئے مخصوص ہے۔ حضرات فقہاء زمین میں ایسے ہیں جیسے آسمان میں روشن ستارے۔ انہی کے ذریعے اندھیری راتوں میں بھٹکے ہوؤں کو راستہ ملتا ہے۔ انہیں کے ذریعہ الجھے ہوئے مسائل سلجھتے ہیں۔ اسی لئے لوگوں کو ان حضرات کی اپنی ضروریات زندگی سے زیادہ ضرورت ہے اور لوگوں پر فقہاء کی فرمانبرداری والدین کی فرمانبرداری سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے یا أيها الذين أمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول و أولي الأمر منكم ''اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو (بلا مطالبہ دلیل) اور رسول کی اطاعت کرو (بلا مطالبہ دلیل) اور اولی الامر (فقہاء کرام وغیرہ) کی اطاعت کرو (بلا مطالبہ دلیل)''یعنی قرآن و سنت کا جو مطلب وہ لوگ سمجھائیں اس پر عمل کرو (اعلام الموقعین ص ۹ ج ۱) اس عبارت میں ابن قیمؒ نے محدثین

کا ذکر کیا ہے جو الفاظ شناسِ رسول ﷺ ہیں اور فقہاء کا جو مزاج شناسِ رسول ﷺ ہیں۔ جس طرح قرآن پاک کا حفظ بہت بڑا انعام ہے لیکن حفاظ فہم قرآن میں علماء مفسرین کے ہی محتاج ہیں، اسی طرح حفاظ حدیث کا طبقہ جن کو محدثین کہتے ہیں وہ فہم حدیث میں فقہاء کا محتاج ہے۔ جن محدثین نے فقہاء کے بغیر حدیث فہمی کا دعویٰ کیا ان کی حدیث فہمی پر علماء بہت ہنسے ہیں۔

حکایت (۱):

علامہ ابن جوزیؒ اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک محدث نے یہ حدیث یاد کر لی تھی نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحلق قبل الصلوٰة يوم الجمعة اس حدیث کا مطلب یہ تھا کہ نماز جمعہ سے قبل الگ الگ حلقے بنا کر علم و مذاکرہ کرنا درست نہیں کیونکہ یہ نماز پڑھنے اور خطبہ سننے کا وقت ہے۔ یہ لفظ حلق تھا جو حلقے کی جمع ہے مگر محدث صاحب نے اس کو حلق سمجھا، جس کا معنی حجامت بنوانا ہے تو وہ چالیس سال تک یہی بتاتا رہا کہ جمعہ سے پہلے حجامت بنانا جائز نہیں۔ یہ جو فقہاء حجامت بنواتے ہیں یہ حدیث کے مخالف ہیں۔ جب فقیہ خطابی نے اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھایا تو محدث صاحب نے کہا تم نے مجھ پر بہت آسانی کر دی

(تلبیس ابلیس ص ۱۶۶)

حکایت (۲):

کشف بزدوی میں لکھا ہے کہ ایک محدث کی عادت تھی کہ استنجاء کے بعد وتر پڑھا کرتے تھے۔ جب اسکی وجہ دریافت کی گئی تو دلیل میں فوراً حدیث پیش کر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من استجمر فليوتر جو استنجاء کرے وہ اس کے بعد وتر پڑھے۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ استنجاء کے لئے جو ڈھیلے استعمال کئے جائیں وہ طاق ہونے چاہئیں، یعنی تین، پانچ یا سات۔

لطیفہ:

ایک ظاہری نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو دشمن کے ہاتھ سے پٹتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے آگے بڑھ کر اپنے دوست کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لئے جس کی وجہ سے وہ اپنا بچاؤ نہ کر سکا۔ دشمن نے موقعہ کو غنیمت جانا اور اتنا مارا کہ حالت خراب ہوگئی، دوست بھی ظاہری کی منتیں کرے کہ خدا کے لئے میرا ہاتھ تو چھوڑ دو، مگر وہ اسے اور مضبوطی سے پکڑتا۔ ایک شخص نے جب یہ منظر دیکھا تو اس ظاہری سے پوچھا تو نے یہ کیا بیہودہ حرکت کی کہ دوست کے ہاتھ پکڑ کر اسے خوب پٹوایا۔ وہ غیر مقلد فوراً کہنے لگا کہ کیا آپ نے گلستان میں شیخ سعدی کی نصیحت نہیں پڑھی؟ فرماتے ہیں:

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

کہ سچا دوست وہ ہے جو دوست کو تکلیف اور پریشانی میں دیکھے تو اس کے ہاتھ پکڑ لے۔ اس لئے اس وقت میں نے دوست کے ہاتھ پکڑ لئے۔ اس نے کہا (خدا تجھ کو ہدایت دے) اس کا مطلب تو یہ کہ جب دوست کو تکلیف اور پریشانی میں دیکھے تو اس کی تکلیف کو دور کرے اور اس کو تکلیف سے نجات دلائے نہ کہ اس کے ہاتھ پکڑ کر خوب پٹوائے۔ تو غیر مقلد منہ پھلا کر کہنے لگا کہ میں تیرا مقلد تھوڑا ہوں کہ تیری تاویل کو مانوں، میں اس شعر کا مطلب تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔

گناہ گار:

یہی وجہ ہے کہ محدثین مطلب حدیث میں خودرائی سے بہت بچتے تھے اور وہ مسائل میں کسی نہ کسی امام کی تقلید کرتے تھے، جیسا کہ طبقات کی کتابوں میں واضح ہے۔ اگر کوئی محدث خودرائی میں مبتلا ہو کر فقہاء کی عیب چینی کرے تو امام الہند شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ گار ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''طبقہ اہل حدیث و اثر کا یہ حال ہے کہ ان میں

اکثر کی کوشش (صرف بلا سوچے سمجھے) روایتوں کو بیان کرنا ہے اور سندوں کو اکٹھا کرنا اور ان احادیث سے غریب اور شاذ کو تلاش کرنا ہے جن کا اکثر حصہ موضوع اور مقلوب ہے۔ یہ لوگ نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ مسائل کا استنباط کرتے ہیں، نہ اس کے دفینہ اور فقہ کو نکالتے ہیں اور بسا اوقات فقہاء پر عیب لگاتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور ان پر سنن اور احادیث کی مخالفت کا دعویٰ کرتے ہیں (اور الزام لگاتے ہیں) حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم فقہاء کو دیا گیا ہے وہ خود اس کے حصول سے قاصر ہیں اور فقہاء کو برا بھلا کہنے سے گناہ گار ہوتے ہیں۔'' (کشاف ترجمہ انصاف ص ۵۳)

حضرت عیسیٰ بن ابان:

امام محمد بن سماعہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن ابان ایک خوبصورت نوجوان تھے اور ہمارے ساتھ اکثر نماز پڑھا کرتے تھے اور میں انہیں امام محمدؒ کی مجلس میں حاضر ہونے کے لئے اکثر کہا کرتا تھا، جس کا آپ یہ جواب دیا کرتے تھے کہ ہم حافظ حدیث ہو کر ایسی قوم کی صحبت میں حاضر نہیں ہوتے جو حدیث کی مخالفت کرتی ہو۔ پس ایک دن ہم نماز فجر سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کو مجبور کر کے امام محمد کی مجلس میں بٹھا دیا۔ جب امام محمد تقریر سے فارغ ہوئے تو میں نے امام محمدؒ سے کہا کہ یہ آپ کے برادر زادے عیسیٰ بن ابان جو بڑے حافظ و عارف حدیث ہیں، میں نے ان کو آپ کی مجلس میں حاضر ہونے کے لئے کہا تھا، جس پر انہوں نے انکار کر کے کہا کہ وہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں میں ان کی مجلس میں نہیں جاتا۔ اس پر امام محمدؒ نے عیسیٰ بن ابان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے میرے پیارے بیٹے! کون سی ہماری مخالفت حدیث میں آپ نے دیکھی ہے! اس پر آپ نے ۲۵ باب حدیث سے پوچھے۔ پس امام محمد جواب کے لئے بیٹھ گئے اور ہر ایک کا جواب دلائل وشواہد مع ناسخ منسوخ کے ایسی شرح وبسط سے دیا کہ آپ قائل ہو گئے اور امام محمد کی صحبت لازمی اور ضروری سمجھ کر چھ ماہ تک ان سے فقہ پڑھتے رہے (حدائق الحنفیہ ص ۱۷۳)

اصول امام اعظمؒ:

امام ابوجعفر شیرامازی نے بسند متصل امام صاحب سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے خدا کی قسم اس شخص نے جھوٹ بولا اور ہم پر افتراء کیا ہے جس نے یہ کہا کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہیں، حالانکہ نص کے بعد قیاس کی حاجت نہیں رہتی اور فرماتے تھے کہ ہم قیاس اس وقت کرتے ہیں جب سخت ضرورت ہوتی ہے اور یہ بات اس طرح پر ہے کہ پہلے ہم دلیل میں قرآن وحدیث اور صحابہ کرام ﷺ کے فیصلوں کو دیکھتے ہیں، پس جب ہم کوئی دلیل نہیں پاتے تو اس وقت ہم مسکوت عنہ کو منطوق پر قیاس کرتے ہیں جب کہ ان دونوں میں ایک ہی علت جامع ہو۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ہم پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں، پھر سنت رسول اللہ ﷺ پر، پھر احادیث ابوبکر ؓ، عمر ؓ، عثمان ؓ، علی ؓ، پر (حدائق الحنفیہ ص۱۱۹)۔ اور امام صاحب کے بارے میں ابن حجر مکی شافعی تحریر فرماتے ہیں: ''آپ ناسخ ومنسوخ کی بہت پہچان رکھتے تھے اور ثقات (قابل اعتماد) راویوں سے احادیث لیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کو اپناتے تھے اور (محض اپنی شخصی تحقیق پر مدار نہ رکھتے بلکہ) جس پر علماء اہل کوفہ کو پاتے، اس بات کو لیتے اور اسے اپنا دین بناتے (الخیرات الحسان)

آمدم برسر مطلب:

تو اب حضرت امام صاحبؒ نے اپنے اصول کے مطابق نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کو نہ سنت مانا کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کو ناپسند تھا اور نہ ہی مستحب مانا کیونکہ یہ خلفائے راشدین اور فقہاء صحابہ ؓ کا مسلک تھا اور رسول اقدس ﷺ نے خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنے کی تاکید فرمائی ہے تو اس پر آپ ناراض کیوں ہیں؟ کبھی اسے ضلال مبین کہتے ہیں، کبھی اس کے بعد کسی اور کفر کی انتظار آپ کو نہیں رہتی۔ فقہاء سے بغاوت کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ دراصل آپ کا مزاج ہی اختلاف پسند بن گیا، اور جس طرح خوارج کا طریقہ تھا کہ اکابر کو گراتے اور اصاغر کو چڑھاتے تھے، آپ بھی نبی کریم ﷺ

کے مقابلہ میں جوان دو رکعت کے سنت کہنے کو مکروہ جانتے تھے کبھی امیر جماعت اسلامی عبد الحق نامی کو لا رہے ہیں جو نبی ﷺ کے مقابلہ میں کھل کر اس کو سنت کہتا ہے، کبھی عبد الصمد جمال زئی کو نبی ﷺ کے مقابلہ میں مان رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان دو رکعت کے سنت جاننے کو مکروہ جانتے ہیں اور یہ شخص نبی پاک ﷺ کے مقابلہ میں کہتا ہے کہ احیاء سنن ایک ضروری امر ہے۔ اور خلفائے راشدین جوان دو رکعتوں کو مستحب نہیں مانتے، ان کے مقابلہ میں کبھی مولانا عبد الخالق ضامرانی کو لا رہے ہیں، کبھی کوئی الیاس نامی، نبی ﷺ کے ناپسند جاننے کے باوجود اس کو سنت کہہ رہا ہے۔ ضامرانی صاحب آپ کن کو چھوڑ کر کن کے پیچھے جا رہے ہیں؟

شوق اجتہاد:

جناب عبد الخالق صاحب امیر جماعت اسلامی (بلوچستان)، آپ کی برکت سے مسند اجتہاد پر براجمان ہیں۔ فرماتے ہیں محض ترک عمل دلیل نسخ نہیں بن سکتا۔ بخاری میں ہے: قال الحميدي قوله اذا صلى جالسا صلوا جلوسا هو في مرضه القديم ثم صلى بعد ذلك النبي ﷺ جالسا و الناس خلفه قيام لم يأمرهم بالقعود و انما يوخذ بالآخر فالآخر من فعل النبي ﷺ (بخاری ص ۹۶، ج ۱) اسی طرح مسلم (ص ۱۵۶، ج ۱) باب الوضوء مما مست النار کا مطالعہ فرمالیں۔ اجتہاد اتنا ستا نہیں جتنا آپ نے سمجھ لیا ہے۔ خود رائی کو نبی اقدس ﷺ نے مہلکات سے فرمایا ہے۔ اقبال ہی کہتا ہے:

تنگ بر ما رہ گزار دیں شدہ
ہر لئیمے رازدار دیں شدہ

مولانا! امام ابراہیم نخعی تابعیؒ نے ان دو رکعتوں کو بدعت فرمایا۔ آپ نے دو چار حواریوں کو ساتھ ملا کر ان پر تبرا بازی شروع کر دی ہے کیا یہ لعن آخر هذه الأمة أولها پر عمل تو نہیں ہے۔

فتنہ سے بچو:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: افضل الصلوة طول القنوت۔ افضل نماز وہ ہے جس میں زیادہ قیام ہو، قرأت ہو، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں قرأت لمبی پڑھی جس سے ایک آدمی جماعت سے کٹ گیا، تو آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: فتان، فتان، فتان۔ آپ نے جو پورے صوبہ میں اختلاف وافتراق کی تقریر و تحریر سے مہم چلائی ہے اس فتنہ پردازی پر نبی اقدس ﷺ آپ سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے۔

جناب نے دارمی شریف کے مطالعہ کا شوق یاد دلایا ہے، اس کی ایک روایت آپ بھی سن لیں: حماد بن سلمة عن حميد قال قلت لعمر بن عبد العزيز لو جمعت الناس على شيء فقال مايسرني انهم لم يختلفوا قال ثم كتب الى الآفاق أوالى الأمصار ليقضى كل قوم بما اجتمع عليه فقهاؤهم (دارمی ص ۱۲۲)

''حضرت حماد بن سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت حمید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے عرض کیا کہ اگر آپ جمع کر دیتے لوگوں کو ایک بات پر، فرمایا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ ان (فقہاء) میں اختلاف نہ ہو۔ پھر ساری اسلامی دنیا میں ہر شہر کی طرف لکھ بھیجا کہ ہر قوم اسی فیصلے پر رہے، جس پر ان کے فقہاء کا اتفاق ہو۔''

یہ سرکلر خیرالقرون میں تمام اسلامی دنیا میں بھیجا گیا کہ فقہی اختلافات میں ہر علاقہ کے لوگ اسی پر عامل ہوں جس پر وہاں کے فقہاء کا اتفاق ہو، اسی فقہ کے مطابق قاضی فیصلے کریں۔ جب تک دنیا میں اسلامی حکومت قائم رہی، اسی پر تلاوت جاری رہی۔ اس طرح سب قرأتوں پر تلاوت بھی جاری رہی اور مسلمانوں میں افتراق اور جھگڑا بھی پیدا نہ ہوا۔ یہی طریقہ اتباع سنت میں رہا کہ جن امور کے سنت ہونے میں ائمہ مجتہدین میں مختلف پہلو تھے، ہر علاقہ میں ایک سنت پر عمل رائج رہا۔ اس طرح سب سنتیں بھی زندہ رہیں اور مسلمانوں میں اتفاق واتحاد بھی قائم رہا۔ آپ بھی خیرالقرون سے آج تک کے متواتر تعامل کو اختیار کریں کہ اختلافی مسائل میں جن پر یہاں متواتر عمل ہے، ان ہی پر سب کے ساتھ مل کر عمل کریں اور اتفاق واتحاد کو قائم رکھیں۔ دوسرے طریقوں پر دوسرے علاقوں میں عمل ہو رہا ہے، آپ کو ان کی سردردی کے لئے اس ملک میں فتنہ ڈالنا جائز نہیں۔ فقط ●●●●●